3

از محمد عجاج الخطیب
ترجمہ: احمد خان ایم۔اے

صدرِ اسلام میں حدیث کی کتابت و تدوین

یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ بعض صحابہ نے جیسے عبداللہ بن عمرو اور الانصاری جو حدیث کو یاد نہیں رکھ سکتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی اجازت کے تحت کچھ احادیث لکھ رکھی تھیں۔ ان کے علاوہ اور صحابہ نے بھی کچھ حدیثیں تحریر کر رکھی تھیں۔ ہمارے پاس اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ کئی صحابہ نے صحیفے لکھ رکھے تھے یہ الگ بات ہے کہ ہم حتمی طور پر یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ صحیفے کن کن احادیث پر مشتمل تھے۔ اس لیے کہ بعض صحابہ اپنی وفات سے قبل ان صحیفوں کو نذرِ آتش کر دیتے تھے یا انھیں دھو ڈالتے تھے۔ ایسا فعل بعض تابعین نے بھی کیا ہے۔ مگر بعض مرتے وقت اس کی وصیت کر جاتے تھے کہ ان کا صحیفہ کسی کو دیا جائے۔ یہ وصیت اس خدشہ کے تحت کرتے تھے کہ مبادا وہ صحیفہ کسی غیر اہل کے پاس نہ پہنچ جائے[1]۔ یہ بات بلاشک و شبہ کہی جا سکتی ہے کہ صحابہ کے اکثر صحیفے رسول مقبول ؐ کی حیات ہی میں احاطۂ تحریر میں آ چکے تھے اور اکثر صحیفوں کی نقول صحابہ کے حینِ حیات ہی میں لے لی گئی تھیں یا پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں پوتوں اور دیگر رشتہ داروں کی توسط سے حاصل کی گئی تھیں۔ ابن عبدالبرؒ نے ابو جعفر محمد بن علی کی سند سے بیان کیا ہے کہ:

رسول مقبول ؐ کی تلوار کے قبضے میں ایک صحیفہ موجود پایا گیا جس میں تحریر تھا: ملعونٌ من سرق تخوم الارض ملعون من تولی غیر موالیہ او قال: ملعون من جحد نعمۃ من انعم علیہ[2]

رسول اکرم ؐ کے عہد میں ایک عظیم الشان صحیفے کو بہت شہرت حاصل ہو چکی تھی جو آنحضور ؐ نے مہاجرین، انصار، اہل یثرب اور یہود کے حقوق کی تعیین کے سلسلے میں سن ہجری کے پہلے سال

میں تحریر کروایا تھا۔ اس صحیفہ میں "اصل الصحیفہ" کا لفظ پانچ مرتبہ آیا ہے۔ وہ صحیفہ یوں شروع ہوتا ہے:

ھٰذا کتاب محمد النبی رسول اللہ بین المؤمنین والمسلمین من قریش و اھل یثرب ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم، انھم امۃ واحدۃ من دون الناس ..... الخ[۳]

یہ صحیفہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ اس نوخیز مملکت اسلامیہ کا یہ دستور نہ صرف احاطۂ تحریر میں آچکا تھا بلکہ بہت شہرت بھی پاچکا تھا اور پھر متواتر اس کی نقول بھی ہو چکی تھیں۔ اپنے عُمّال کی طرف آنحضورؐ نے بعض احکام تحریری شکل میں ارسال فرمائے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن عکیم سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے آنحضورؐ کا خط پڑھ کر سنایا گیا جس میں لکھا تھا: ان لا تنتفعوا من المیتۃ باھاب ولا عصب[۴]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن انسؓ کو ایک خط لکھا تھا جس میں زکوٰۃ و صدقات کے بارے میں آنحضورؐ کے تفصیلی احکامات تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس خط پر آنحضورؐ کی خاتم مبارک کی مہر بھی ثبت تھی[۵]

عبداللہ بن عمرؓ سے نافع روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کی تلوار کے قبضے میں چوپایوں کی زکوٰۃ کے احکام کے بارے میں ایک تحریر لکھی دیکھی تھی[۶] یہ تحریر سالم بن عبداللہ ابن عمر نے وراثت میں پائی تھی اور اس کو امام ابن شہاب الزہری نے ان کے سامنے پڑھا بھی تھا[۷] اس امر کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو محمد بن عبدالرحمٰن الانصاری نے کی ہے:

لما استخلف عمر بن عبدالعزیز ارسل الی المدینۃ یلتمس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصدقات وکتاب عمر بن الخطاب .... ووجد عند اٰل عمر کتاب فی الصدقات مثل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال: فنسخالہ[۵۸]

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کی ایک تحریر کو بڑی شہرت حاصل ہے جسے وہ

اپنی تلوار کی قیام میں رکھتے تھے۔ اس تحریر میں اونٹوں کی زکواۃ کا نصاب، کسی کو زخمی کرنے کی یا داشت کا ذکر، مدینہ کے حرم ہونے کا حکم اور کوئی مسلم کافر کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا تحریر تھا[۹]

(۱) ابن الحنفیہ محمد بن علی بن ابی طالب (م ۸۱ ھ) فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا اور کہا: یہ لیجیے خط اور اسے حضرت عثمانؓ کے پاس لے جائیے اس کے اندر آنحضورؐ کے زکواۃ کے بارے میں احکام درج ہیں[۱۰]

حضرت مسعر، حضرت معن سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود نے مجھے ایک تحریر نکال کر دی اور قسم کھائی کہ اسے میرے باپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے[۱۱]

(۲) سعد بن عبادۃ الانصاری (م ۱۵ ھ) کے پاس ایک تحریر یا چند تحریریں تھیں جن میں کچھ احادیثِ رسولؐ لکھی ہوئی تھیں۔ سعد بن عبادہ کے بیٹے نے اپنے والد کی تحریرات سے آنحضورؐ کے چند اعمال کی روایت کی ہے[۱۲] امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ تحریر، عبداللہ بن اوفی کے صحیفے کی نقل تھی جس میں وہ اپنے ہاتھ سے حدیثیں لکھا کرتے تھے، اور لوگ ان کے اس مجموعے کو انہی کے سامنے پڑھا کرتے تھے[۱۳]

(۳) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع (م ۳۵ ھ) کے پاس ایک تحریر تھی جس میں نماز کے ابتدائی جملے تحریر تھے۔ انھوں نے یہ اوراق سات عظیم فقہائے ملت میں سے ایک حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث (م ۹۴ ھ) کو دے دیے تھے[۱۴] (4)

حضرت اسماء بنت عمیس (م ۳۸ ھ) کے پاس ایک تحریر تھی جس میں انھوں نے آنحضورؐ کی کچھ احادیث جمع کر رکھی تھیں[۱۵]

محمد بن سعید سے روایت ہے کہ جب محمد بن سلمہ الانصاری[۱۶] (6) (م ۴۲ ھ) نے وفات پائی تو ہم نے ان کی تلوار کی پیٹی میں ایک تحریر پائی جس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان لربکم فی بقیة دھرکم نفحات فتعرضوا لہ[۱۷]

سبعیۃ الاسلمیہ نے عبداللہ بن عتبہ کو لکھا تھا کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ان کو خاوند کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب انھیں بچہ ہو چکا تھا تو نکاح کا حکم دیا تھا[۱۸]۔

رسول اکرمؐ نے وائل بن حجر کو انکے قبیلے کے لیے جو حضرموت میں مکین تھا ایک تحریر عطا کی تھی جس میں اسلام کی بنیادی باتیں، زکوٰۃ کے بعض نصاب، زنا کی حد، تحریم خمر اور ہر مسکر کے حرام ہونے کے بارے میں تحریر تھا[۱۹]۔

رسول مقبولؐ نے حضرت عمرو بن حزام (م ۵۳ھ) کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تو انھیں ایک خط دیا جس میں فرائض السنن، دیت اور دیگر امور کے بارے میں ہدایات درج تھیں[۲۰]۔

حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۹ھ) کے پاس کئی تحریریں محفوظ تھیں جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔

الفضل بن حسن بن عمرو بن امیہ الضمری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے: "میں نے حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۹ھ) کے سامنے ایک حدیث کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے اس حدیث کے بارے میں لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے تو حضرت ابو ہریرہؓ فرمانے لگے: "اگر تو نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے تو میرے ہاں لکھی ہوئی ہوگی"۔ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ وہاں انھوں نے آنحضورؐ کی احادیث پر مشتمل بہت سی تحریریں ہمیں دکھائیں۔ چنانچہ وہ حدیث بھی ان میں مل گئی۔ تب فرمانے لگے: میں نے تمھیں کہا تھا نا کہ اگر تو نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو میرے ہاں تحریر ہوگی[۲۱]۔ مجھ سے قبل جو تحریر بشیر بن نہیک نے حضرت ابو ہریرہ سے لکھ رکھی تھی میرے سامنے پڑھ کر سنائی[۲۲]۔

سمرہ بن جندب (م ۶۰ھ) نے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ جمع کر رکھا تھا جو ان کے بیٹے سلیمان نے ان سے روایت کیا ہے[۲۳] اور بعید نہیں کہ یہی وہ تحریریں ہوں جو سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹوں کو لکھ کر بھیجی تھیں۔ اس مجموعے کے بارے میں محمد بن سیرین کہتے ہیں: فی رسالۃ سمرۃ الی بنیہ علم کثیر[۲۴]۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۵ھ) کا صحیفہ صادقہ

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو احادیث کی کتابت کی

اجازت دے رکھی تھی۔ وہ بہت اچھے خوش نویس تھے۔ انھوں نے آنحضور کی بہت سی حدیثیں لکھ رکھی تھیں۔ عبداللہ ابن عمرو کا صحیفہ کاتب کی مرضی کے مطابق "صحیفہ صادقہ" کے نام سے مشہور تھا۔ اس لیے کہ وہ آنحضور سے براہ راست لکھا گیا تھا۔ اس صحیفے کو مجاہد بن جبیر (۲۱-۱۰۴ھ) نے عبداللہ بن عمر کے ہاں دیکھا تھا۔ مجاہد اس صحیفے کے حصول کے لیے ان کے پاس گئے تو حضرت عبداللہ نے فرمایا: بنو مخزوم کے لڑکے رہنے دو۔ مجاہد نے کہا: کیا آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے؟ حضرت عبداللہ فرمانے لگے: ھذہ الصادقة فیھا ما سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولیس بینی وبینه احد[۲۵] یہ صحیفہ عبداللہ کو بہت ہی عزیز تھا۔ وہ کہا کرتے تھے: ما یرغبنی فی الحیاة الا الصادقة والوھط[۲۶] وہ اس صحیفے کو ضائع ہونے کے ڈر سے ایک مضبوط صندوق میں رکھا کرتے تھے[۲۷] بعد میں ان کی اولاد نے اس صحیفے کو محفوظ کیا۔ غالب قیاس یہ ہے کہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب اسی صحیفہ سے حدیث کی روایت کرتے تھے[۲۸] ابن اثیر کے قول کے مطابق یہ صحیفہ عبداللہ ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا[۲۹] مگر جن احادیث کو عمرو بن شعیب نے عن ابیه عن جدہ روایت کی ہے، ان کی تعداد پانچ سو تک نہیں پہنچی[۳۰] اگرچہ صحیفہ صادقہ بخط عبداللہ بن عمرو بجنسہٖ ہم تک نہیں پہنچا مگر امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس کے مشتملات کو نقل کر دیا ہے[۳۱] اسی طرح حدیث کی دیگر کتب میں بھی اس کا بہت سا حصہ نقل ہو گیا ہے[۳۲]

بحیثیت ایک تاریخی اور علمی وثیقہ کے اس صحیفے کی اہمیت غیر معمولی ہو گئی ہے۔ اس پہ مستزاد یہ کہ یہ صحیفہ باجازت رسول مقبول انھیں کے سامنے احادیث نبوی کی کتابت کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے[۳۳]

حضرت عبداللہ اپنے شاگردوں کو حدیث لکھوایا کرتے تھے[۳۴] ان کے شاگرد حسین بن شفی ابن ماتع الاصبحی نے مصر میں دو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک میں یہ تھا: قضی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی کذا، وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کذا: اور دوسری کتاب میں تھا: ما یکون من الاحداث الی یوم القیامة[۳۵]

اگرچہ ہم یہاں صحیفہ صادقہ پر بحث کر رہے ہیں مگر ضمناً عرض کر دیتے ہیں کہ ابن عمرو کے پاس

اہلِ کتاب کے علم پر مشتمل بھی کئی کتابیں تھیں۔ یہ کتابیں انھیں جنگ یرموک میں دو اونٹوں پر لدی ملی تھیں[۳۶] بشر المریسی کا خیال ہے کہ عبداللہ بن عمران تمام کتب کو آنحضورؐ سے روایت کیا کرتے تھے ان سے کہا جاتا تھا کہ اونٹوں والی کتب سے ہمیں حدیث نہ سنائیں، مگر ان کا یہ گمان غلط ہے اس لیے کہ عبداللہ بن عمرو کی روایتِ حدیث اور اس کی نقل میں امانت مسلمہ امر ہے۔ وہ ان روایات کو کبھی کبھی توڑتے یا موڑتے نہ تھے جو حضورؐ نے اہلِ کتاب کے خلاف کہی ہیں اور اس طرح نہ وہ ان روایات کو خلط ملط کرتے جو اہلِ کتاب نے آنحضورؐ کے خلاف کہی ہیں[۳۷]

حضرت عبداللہ بن عمرو کے لیے یہ فخر کچھ کم نہیں ہے کہ انھوں نے آنحضورؐ کے سامنے ہی ان کی مختلف حالتوں یعنی غضب اور رضا دونوں میں خود آنحضورؐ کی اجازت سے احادیث کو لکھا ہے۔

ابنِ عباس کی تحریریں۔

حضرت ابنِ عباسؓ حدیثوں کی طلب اور ان کے حصول کی جدوجہد کے لیے مشہور ہیں۔ وہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد صحابہ کرام سے پوچھ پوچھ کر لکھ لیا کرتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی: اللھم الھمہ الحکمۃ وعلمہ التاویل[۳۸] ابن عباس کی وفات کے وقت ان کی کتابیں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھیں[۳۹]

(۲) (11)

روایات میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمر (۱۰ ق ھ - ۷۳ ھ) جب بازار کی طرف نکلتے تھے تو اپنی کتابوں پر نگاہ ڈالتے نکلتے تھے۔ راوی نے تیقن سے کہا ہے کہ یہ کتابیں حدیثِ رسول پر مشتمل تھیں[۱]

(12)

صحیفہ جابر بن عبداللہ الانصاری (۱۶ ق ھ - ۷۸ ھ)

اس امر کا احتمال ہے کہ یہ صحیفہ اس چھوٹے سے ہدایت نامہ حج کے علاوہ ہو جسے امام مسلم بن الحجاج نے اپنی کتاب الجامع الصحیح کے باب الحج میں نقل کیا ہے[۲] ابنِ سعد نے اس امر کے بارے میں مجاہد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جابر اس صحیفے سے حدیث بیان کیا کرتے تھے[۳] جلیل القدر تابعی قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۸ھ) (13) اس صحیفے کی قدر و منزلت

کے بارے میں کہا کرتے تھے: لأنا بصحیفة جابر بن عبد الله احفظ منی لسورة البقرة۔[۴]
ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ قتادہ، سلیمان الیشکری کے صحیفے سے حدیث بیان کرتے تھے اور سلیمان کے پاس جابر بن عبداللہ کا صحیفہ تھا۔[۵] یہ بعید نہیں ہے کہ سلیمان الیشکری نے یہ صحیفہ جابر سے نقل کیا ہو۔ کیونکہ سلیمان ان کے شاگرد تھے۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ سلیمان، جابر کے ہاں بیٹھتے تھے اور ان کے صحیفے سے نقل کیا کرتے تھے۔[۶] غالباً قتادہ نے جابر بن عبداللہ کے صحیفے کی روایت سلیمان الیشکری سے کی ہے۔ سلیمان کی والدہ ان کے ایک صحیفے کو لائیں اور وہ صحیفہ ثابت، قتادہ اور ابو بشر کے سامنے پڑھا گیا۔ انھوں نے ان احادیث کی روایت کی ہے مگر ثابت نے صرف ایک حدیث اس واسطے سے بیان کی ہے۔[۷] جابر بن عبداللہ کا صحیفہ کافی مشہور و معروف تھا۔ اسی طرح اس سے ملی ہوئی وہ نقل بھی شہرت پا چکی تھی جو سلیمان الیشکری نے حاصل کی تھی۔ اس امر کی تائید کئی روایات سے ملتی ہے۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے: شعبہ کا خیال تھا کہ ابوسفیان طلحہ بن نافع نے حضرت جابر بن عبداللہ سے جو روایتیں کی ہیں وہ سلیمان الیشکری کے صحیفے کی ہیں۔[۸] حضرت جابر بن عبداللہ کے شاگردوں کا ایک حلقہ تھا جنھیں وہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر احادیث لکھوایا کرتے۔ ان سے کئی لوگوں نے حدیثیں لکھی ہیں جن میں سے ایک وہب بن منبہ (م ۱۱۴ھ) بھی ہیں۔[۹] ابو الزبیر، ابوسفیان اور الشعبی نے جابر سے روایت کی ہے۔ انھوں نے حضرت جابر سے یہ احادیث سن رکھی تھیں جن میں سے اکثر اس صحیفے میں مرقوم تھیں۔[۱۰]

(۱۵)

عروہ بن الزبیر (۲۲-۹۳ھ) کہتے ہیں کہ: کتبت الحدیث ثم محوته فوددت انی فدیته بمالی وولدی وانی لم امحه۔[۱۱] غالباً انھوں نے اس کے علاوہ بھی احادیث لکھی تھیں مگر وہ سب الحرہ کی جنگ میں جل کر خاکستر ہو گئی تھیں جس پر انھیں بہت ہی ملال تھا۔ وہ کہا کرتے تھے: وددت لو ان عندی کتبی باھلی ومالی۔[۱۲]

(۱۶)

خالد بن معدان الکلاعی الحمصی (م ۱۰۴ھ) کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اور کپڑے پڑے ہوتے تھے۔ اس میں انھوں نے علم (یعنی احادیث) جمع کر رکھا تھا۔[۱۳] اس کی ایک نقل بحیر بن سعید کے پاس بھی تھی۔[۱۴]

ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (م ۱۰۴ھ) نے اپنے نوشتوں کو ایوب سختیانی کے حوالے کرنے کی وصیت کی تھی۔ وہ نوشتے ایک اونٹنی کے کجاوے میں لائے گئے[۱۵] اور ایوب نے اس کام کی اُجرت کچھ اُوپر دس درہم دی تھی[۱۶]۔

الحسن البصری سے الاعمش روایت کرتے ہیں کہ: ہمارے پاس لکھے ہوئے کتابچے تھے جو ہم آپس میں دہرایا کرتے تھے[۱۷]۔

محمد الباقر بن علی بن الحسین (۵۶-۱۱۴ھ) کے پاس بہت سی تحریرات تھیں ان کے بیٹے جعفر الصادق نے ان سے کچھ توشن رکھی تھیں اور کچھ پڑھ لی تھیں[۱۸]۔

مکحول الشامی[۱۹] اور الحکم بن عتبہ کے پاس بھی کتابچے تھے[۲۰]۔ بکیر بن عبداللہ بن الاشج (م ۱۱۷ھ) جو مدینہ منورہ کے جید عالم تھے، اپنے پاس کئی کتابچے رکھتے تھے جو بعد میں ان کے بیٹے مخرمہ کے پاس منتقل ہوگئے[۲۱]۔

قیس بن سعد المکی (م ۱۱۷ھ) کے پاس ایک نوشتہ تھا جو حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) کے پاس پہنچا[۲۲]۔

یہ بات بلاشبہ کہی جا سکتی ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں علما نے کئی کتابیں تالیف کی تھیں۔ ان کے سامنے ہی ان کتابوں کی تعداد بے شمار ہوگئی۔ امام زہریؒ کی کتابوں کا کافی بڑا مجموعہ تھا۔ الولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان (۸۸-۱۲۶ھ) کے قتل کے بعد وہ کتابیں امام زہریؒ کے کتب خانے سے کئی اونٹوں پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کی گئیں[۲۳]۔

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں حدیث کے عام ہونے اور اس میدان میں علما کی خدمات کے ذکر سے قبل ہم صحیفہ ہمام بن منبہ کی تدوین اور اس کی تاریخی اور علمی حیثیت کو واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔

صحیفۂ ہمام بن منبہ (۴۰-۱۳۱ھ)[۲۴]

ہمام بن منبہ کو جو ایک ممتاز تابعی تھے حضرت ابوہریرہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے بہت سی احادیث لکھیں، انھیں ایک صحیفہ یا کئی صحیفوں میں جمع کیا اور ان کا نام: الصحیفۃ الصحیحہ رکھا[۲۵]۔ ممکن ہے انھوں نے ان تحریرات کا نام عبداللہ

B- ڈاکٹر حمیداللہ 1973 کے آخر میں لاہور آئے - اسلامی لیکچرز ...

بن عمرو کے صحیفہ صادقہ کی طرز پر رکھا ہو - وہ اپنے صحیفے کا نام صحیحہ رکھنے کے مجاز بھی تھے - اس لیے کہ جس صحابی سے وہ نقل کرتے ہیں وہ آنحضور ؐ کے ساتھ چار سال تک متواتر رہے اور ان سے بہت سی احادیث کی روایت کی -

یہ ہماری خوبیٔ قسمت ہے کہ ہمام بن منبہ کا صحیفہ بعینہٖ ہم تک پہنچا جس طرح کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے لکھ کر روایت کی ہے - اس صحیفے کو ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے دمشق اور برلن کے دو مخطوطوں کے مطابق اپنی تحقیق اور مقدمہ کے ساتھ المجمع العلمی العربی دمشق کی وساطت سے ۱۹۵۳ میں چھاپ دیا ہے [۲۶]

B

اس صحیفے کی حفاظت کا ثبوت اس طرح بھی ملتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں تمام کا تمام نقل کر دیا ہے - اسی طرح امام بخاریؒ نے اس صحیفے کی بہت سی احادیث اپنی کتاب کے کئی ابواب میں درج فرمائی ہیں [۲۷]

"تدوینِ حدیث کے ضمن میں اس صحیفے کی اہمیت غیر معمولی ہے - یہ ایک قطعی دلیل اور حجت ہے کہ حدیث نبوی ابتدائے عہد ہی میں مدون ہو چکی تھی - یہ اس غلط نظریے کو رفع کرتی ہے کہ حدیث دوسری صدی ہجری کے اوائل میں مدون ہوئی تھی [۲۸] یہ حقیقت ہے کہ ہمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ملاقات کے دوران یہ حدیثیں لکھیں اور حضرت ابوہریرہؓ کی وفات کا سن ۵۹ ھ ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہ صحیفہ اس سن سے قبل یعنی پہلی صدی ہجری کے وسط میں لکھا گیا - یہ معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے آنحضور ؐ کے عہد ہی میں صحیفہ لکھ لیا تھا اور یہ صحیفۂ ہمام بتاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں لکھا گیا - یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم کتابت حدیث سے پہلے ہی علما نے حدیث کی تدوین عملاً شروع کر دی تھی - ہم اس صحیفے کا تذکرہ حضرت ابوہریرہؓ کے کتابچوں میں بھی کر سکتے تھے کیونکہ یہ صحیفہ انہی کی املا ہے - مگر یہ چونکہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے اس لیے ہم نے انہی کے ساتھ ذکر کیا - ہمام سے ان کے شاگرد معمر بن راشد پھر ان سے عبدالرزاق پھر ان سے دیگر حضرات نے روایت کی ہے [۲۹]

ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک ہی سند کے

ساتھ کوئی ایک سو چالیس احادیث سنی تھیں[۳۰] مگر اس وقت صحیفہ ایک سو اڑتیس احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ امر بھی اس صحیفہ کی صداقت پر بیّن دلیل ہے کہ جو کچھ تعداد علما نے بتائی تھی تقریباً وہی تعداد اس وقت صحیفے میں موجود ہے۔

(۳)

دوسری صدی ہجری کے وسط میں تدوین حدیث اس قدر عام ہو چکی تھی کہ حدیث کی ایسی کوئی کتاب نظر نہ آتی تھی جس میں باقاعدہ ابواب نہ ہوں۔ بلادِ اسلامیہ کے مختلف علاقوں میں جو کچھ اس میدان میں تالیف ہوا اس کا تفصیلی تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں جن حضرات کے ہاں اس قسم کی کتابیں پائی گئی ہیں چاہے وہ ان حضرات کی اپنی تالیفات تھیں یا غیروں کی، ان کے اسما ذیل میں دیئے جا رہے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر (م ۱۲۹ھ) امام زہریؒ کے معاصر تھے[۱]۔ محمد بن سوقہ (م د ۱۳۱ھ)[۲]۔ زید بن اسلم (م ۱۳۶ھ) کے پاس ایک تفسیر کی کتاب تھی جس میں زیادہ حصہ احادیث پر مشتمل تھا[۳]۔ موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) کے پاس عبداللہ بن عمر کے غلام نافع کی حدیثوں کا ایک مجموعہ تھا[۴]۔ الاشعث بن عبدالملک الحمرانی (م ۱۴۲ھ) کے پاس ایک کتابچہ تھا جو بعد میں سلیمان بصری کو ملا[۵]۔ عقیل بن خالد بن عقیل (م ۱۴۲ھ) نے امام زہری سے بہت سی احادیث لکھی تھیں۔ بلکہ یہ شخص امام زہریؒ کی احادیث سے باقی تمام لوگوں کی نسبت زیادہ واقف تھا[۶]۔ یحییٰ بن سعید الانصاری (م ۱۴۳ھ) کے ہاں ایک نوشتہ تھا جو بعد میں حماد بن زید کے پاس پہنچا[۷]۔

عوف بن ابی جمیلہ العبدی (م ۱۴۶ھ) نے حسن بصری سے کچھ اطراف احادیث نبوی لکھی تھیں[۸]۔ یہ اطراف بعد میں یحییٰ بن سعید القطان (۱۲۰-۱۹۸ھ) کے پاس تھے[۹]۔ جعفر صادق بن محمد الباقر (۸۰-۱۴۸ھ) کے پاس جو ایک ثقہ محدث تھے۔ احادیث کے کئی کتابچے اور دیگر تحریریں پائی گئیں[۱۰]۔ یونس بن یزید ابی النجاد (م ۱۵۲ھ) کے پاس ایک کتاب تھی جس کی صحت کی شہادت ابن المبارک نے دی ہے[۱۱]۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ مسعودی (م ۱۶۰ھ) کے پاس کئی کتابچے تھے جن کو شعبہ

بغداد سے لائے تھے[۱۲] زائدہ بن قدامہ (م ۱۶۱ھ) کے ہاں کچھ کتابچے تھے۔ جو انھوں نے سفیان ثوری کو دکھائے تھے[۱۳] زائدہ بن قدامہ اور شعبہ ابن الحجاج ہمسر تھے[۱۴] حضرت سفیان ثوری نے بہت سی کتب لکھی تھیں جن میں سے حدیث پر الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر تھیں[۱۵]

ابن المبارک کا قول ہے کہ ابراہیم بن طہمان (م ۱۶۳ھ) اور ابو حمزہ السکری۔ (م ۱۶۷ھ) کی کتابیں بالکل صحیح تھیں[۱۶]

شعبہ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ) کی "غرائب الحدیث" میں ایک کتاب تھی[۱۷] عبدالعزیز ابن عبداللہ ماجشون (م ۱۶۴ھ) نے بہت سی کتب تالیف کیں۔ جو انھوں نے ابن وہب سے روایت کی ہیں[۱۸] عبداللہ بن عبداللہ بن اُدیس (م ۱۶۹ھ) جو مالک کے چچیرے بھائی اور ان کے بہنوئی تھے۔ ان کے پاس کئی کتابچے تھے جو اُن کے اسماعیل تک پہنچے[۱۹]

سلیمان بن بلال (م ۱۷۲ھ) نے اپنی کتابوں کے بارے میں وصیت کی تھی کہ وہ عبدالعزیز بن ابی حازم کو دے دی جائیں[۲۰] یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصر کے محدث علی بن لہیعہ (م ۱۷۴ھ) کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ یہ سب کتابیں صحیح السند تھیں۔ مگر افسوس کہ سن ۱۶۹ھ میں جل کر راکھ ہو گئیں[۲۱] علی بن لہیعہ نے حدیث میں ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو قدیم مجموعات میں شامل ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ اوراق بردی کے مجموعات میں محفوظ ہے جو ہائیڈل برگ (جرمنی) میں محفوظ ہیں[۲۲] دیار مصر کے شیخ لیث بن سعد (۹۷- کی بہت سی تصانیف تھیں[۲۳]

اس میدان میں علما کی بے شمار تالیفات کی ہمیں خبر ہے مگر ان کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ مذکورہ بالا کتب ہی اس ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں لاتعداد کتب موجود تھیں۔ کیا علی بن عبداللہ المدینی (۱۶۱-۲۳۴ھ) نے حدیث کے مختلف ابواب، رجال حدیث، غریب حدیث اور حدیثوں کے علل پر کچھ زیادہ سو کتابیں نہیں لکھی تھیں؟ ان میں سے کچھ اوپر بیس کا ذکر تو محمد بن صالح الہاشمی نے کیا ہے۔ ان میں سے ہر کتاب کئی اجزا پر مشتمل تھی اور بعض تو تیس اجزا تک پہنچتی ہیں[۲۴]

(۴)

یوں علمائے ملت نے اپنے سینوں اور کتابوں میں حدیث نبوی کی حفاظت کی ہے
علی بن عبداللہ المدینی کا یہ قول سچ ہے کہ میں نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ ساری اسناد ان چھ اشخاص کے گرد گھومتی ہیں: اہلِ مدینہ کے لیے یہ مرکز مسلم بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) اور اہلِ مکہ کے لیے عمرو بن دینار (م ۱۲۶ھ)[۵] اہلِ بصرہ کے لیے قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۷ھ) اور یحییٰ بن ابی کثیر (م ۱۲۹ھ)[۱۰] اور اہلِ کوفہ کے لیے ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی[۱۱] (م ۱۲۷ھ) اور سلیمان بن مہران الاعمش (م ۱۴۸ھ) مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔
اس کے بعد علی بن المدینی نے یہ بھی کہا ہے کہ ان چھ بزرگوں کی جمع کردہ احادیث بعد کے مؤلفین تک پہنچیں[۱۲]

حوالہ جات و حواشی

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو تحریرات تھیں ان کے دھونے اور جلانے کے بارے میں ملاحظہ ہو شمس الدین ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ط حیدر آباد دکن، ۱۳۳۳ھ: ۱/۵، اس کے علاوہ باقی دیکھیے: خطیب بغدادی۔ تقیید العلم ط دمشق ۱۹۴۹ء: ۵۹-۶۳، زہیر بن حرب: کتاب العلم (مخطوطہ) المکتبۃ الظاہریۃ، دمشق: ۱۹۲ خطیب بغدادی: الجامع لاخلاق الراوی، تصویر دار الکتب المصریۃ: ۴۴د

۲۔ عبدالبرّ: جامع بیان العلم وفضلہ ط المطبعۃ المنیریۃ: ۱/۷۱۔

۳۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی، تحقیق محی الدین ط قاہرہ ۱۳۵۶ھ: ۲/۱۱۹، قاسم بن سلام: کتاب الاموال ط مصر ۱۳۵۳ھ: ۲۰۲، ڈاکٹر حمید اللہ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ ط قاہرہ ۱۹۵۸ء: ۱۵،

۴۔ تقی الدین الشہرزوری علوم الحدیث ط مصر ۱۳۲۶ھ: ۸۶، الحاکم نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی اس حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہو جاتی ہے جس میں ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بشاۃ میتۃ فقال: ھلا استمتعتم بجلدھا، فالوا: یا رسول اللہ انہا میتۃ فقال: انما حرم اکلہا، ملاحظہ فرمائیں: اخبار اہل الرسوخ

فی الفقہ والتحدیث : ۱ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی ط مصر ۱۳۲۲ھ : ۲۷ -

۵ - عثمان بن سعید الدارمی : الرد علی الجہمیۃ (رد الدارمی علی بشر المریسی) ط قاہرہ ۱۳۵۸ھ: ۱۳۱ ، امام احمد بن حنبل نے اس خط کا ذکر اپنی مسند میں کیا ہے - دیکھیے : مسند احمد بن حنبل ط دار المعارف مصر : ۱/۱۸۳-۱۸۴ -

۶ - خطیب بغدادی : الکفایۃ فی علم الروایۃ ط ہند ۱۳۵۷ھ : ۳۵۳-۳۵۴ ، طاہر الجزائری : توجیہ النظر الی اصول الاثر ط مصر ۱۹۱۰ء : ۳۴۸ -

۷ - الاموال : ۳۶۰ ، رد الدارمی علی بشر : ۱۳۱

۸ - الاموال : ۳۵۸-۳۵۹ ، کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس عہد نامجات اور مواثیق کے نسخے ایک صندوق میں محفوظ تھے مگر وہ جنگ الجماجم (۸۳ھ) کے موقعہ پر جل گئے - ان میں جو بچ رہے وہ دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے ، یا پھر تاتاری حملہ کی بھینٹ چڑھ گئے - الوثائق السیاسیۃ کے مقدمہ میں ہے کہ آنحضور کے کچھ خطوط نویں صدی ہجری تک محفوظ رہے - مثلاً وہ خط جو آپ نے تمیم الداری کی زمینوں کے بارے میں لکھا تھا دیکھیے : ابن فضل اللہ العمری : مسالک الابصار ط دار الکتب المصریہ : ۱۸۳-۱۷۵ -

۹ - مسند امام احمد : ۲/۳۵۴ ، ۴۴ ، ۱۲۱ ، ۱۳۱ ؛ ابن حجر العسقلانی : فتح الباری ط قاہرہ ۱۹۵۹ء ۸۳/۷۰ ؛ رد الدارمی علی بشر المریسی : ۱۳۰ -

۱۰ - رد الدارمی علی بشر ص ۱۳۰ ؛ ابن حجر العسقلانی : فتح الباری ج ۲ ص ۲۳ ،

۱۱ - جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ، ص ۷۲ -

۱۲ - جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۷۲ ، ڈاکٹر علی حسین عبدالقادر نظرۃ عامۃ تاریخ الفقہ الاسلامی ط مصر ۱۹۵۶ء ص ۱۱۸ ؛ ڈاکٹر حمید اللہ : صحیفہ ہمام بن منبہ ط المجمع العلمی العربی دمشق ۱۹۵۳ء ص ۱۶ -

۱۳ - صبحی الصالح : علوم الحدیث ومصطلحہ ، ط دمشق ۱۹۵۹ء ص ۱۳ ، اور حاشیہ بھی جس میں ہے عبداللہ بن اوفی مگر یہ طباعت کی غلطی ہے اور صحیح ہے : عبداللہ بن ابی اوفی ملاحظہ ہو - محمد بن عبدالہادی السندی : صحیح البخاری ط دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ : باب

الصبر عندالقتال ج ۲ ص ۱۴۲ : عبداللہ بن اوفی صحابی ہیں ۔ رسول مقبول کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے ۔ بالآخر ۸۷ ہجری میں وفات پائی ۔ آپ کوفہ میں مرنے والے آخری صحابی تھے ۔ دیکھیے : ابن حجر العسقلانی : تہذیب التہذیب ط حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ ج ۱ ص ۲۰۲ ۔

۱۴ ۔ الکفایہ ص ۳۳۰ ؛ کہتے ہیں کہ ابورافع کی وفات شہادتِ عثمانؓ کے بعد ہے ۔ اور بعض کا خیال ہے کہ خلافتِ علیؓ میں انتقال فرمایا ۔

۱۵ ۔ نظرۃ عامہ فی تاریخ الفقہ الاسلامی ص ۱۱۸ ۔

۱۶ ۔ محمد بن مسلمہ صحابہ کبار میں سے تھے ۔ یہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے کعب بن الاشرف کو قتل کیا تھا ۔ بعض غزوات میں آنحضورؐ نے انھیں مدینہ ہی میں رہنے دیا ۔ فسادات کے زمانے میں گوشہ نشین رہے اسی لیے جنگِ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے ۔ ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی دیکھیے ۔ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۵۴ ۔

۱۷ ۔ الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی : المحدث الفاصل ۔ بین الراوی والواعی (مخطوطہ) دارالکتب المصریہ ص ۱۱۲ ۔

۱۸ ۔ الکفایۃ ص ۳۳۲ ، یہ سبیعۃ الحارث کی بیٹی اور سعد بن خولہ کی بیوی تھیں ۔ ملاحظہ فرمائیں : تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۴ ۔

۱۹ ۔ ابن حجر العسقلانی : الاصابہ فی تمییز الصحابہ ط ۱۳۲۳ھ ج ۲ ص ۳۱۲ ، اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المصباح المضئ از محمد بن علی الانصاری (مخطوطہ) مکتبہ الاوقاف حلب ورق ۱۱۲ ۔

۲۰ ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۲۹۳ ۔ ابوداؤد ، النسائی ، ابن حبان اور دارمی وغیرہ نے بھی اس خط کا ذکر کیا ہے ۔ دیکھیے ۔ ردالدارمی علی لبشر ص ۱۳۱ ، فتوح البلدان از البلاذری ط قاہرہ ۱۹۵۹ء ص ۸۱ ۔ پھر اس کا مقابلہ کتاب الاموال (۳۵۹ - ۳۵۸) کے ساتھ کیجیے ۔

۲۱ ۔ دیکھیے جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۴ ۔ اس اطلاع کے بعد عبدالبر کہتے ہیں کہ : "جو پہلے باب میں ابوہریرہؓ کے بارے میں گذرا ہے کہ انھوں نے حدیث نہیں لکھی یہ امر اس کے خلاف ہے اور عبداللہ بن عمروؓ نے حدیثیں لکھی ہیں اس لیے عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث نقل

میں حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح ہیں۔ اس لیے بھی کہ حضرت عبداللہ نے اسناد بھی ساتھ دی ہیں"۔ ابنِ حجر نے ان سے زیادہ مضبوط جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ہاں لکھی ہوئی احادیث کا ہونا یہ لازمی قرار نہیں دیتا کہ وہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔ ممکن ہے کسی اور سے لکھوا کر رکھی ہوئی ہوں۔ دیکھیے فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۸۔ میں کہتا ہوں کہ ابو ہریرہؓ کا حدیث نہ لکھنا ان کے ہاں لکھی ہوئی حدیث کے وجود کی نفی نہیں کر سکتا۔ یہ بعید نہیں کہ جو لوگ لکھ سکتے تھے ان سے لکھوا لی ہو۔

۲۲۔ محمد بن سعد: الطبقات الکبریٰ ط بریل، لیڈن ۱۳۲۲ھ ج ۷ ص ۱۶۲؛ زہیر بن حرب: کتاب العلم، ۱۹۳ ب؛ الجامع لاخلاق الراوی: ص ۱۳۷ ب؛ المحدث الفاصل ص ۱۲۸ و۔

۲۳۔ تہذیب التہذیب: ج ۴ ص ۱۹۸

۲۴۔ تہذیب التہذیب: ج ۴ ص ۲۳۶؛ امام بخاریؒ نے سمرۃ بن جندب کے بیٹوں کے نام پہلے خط کا ذکر محمد بن ابراہیم بن خبیب کے تذکرہ میں کیا ہے۔ اس میں ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من سمرۃ بن جندب الی بنیہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نصلی کل لیلۃ من المکتوبۃ ما قل او کثر ونجعلها وترًا۔ اس کے لیے دیکھیے: التاریخ الکبیر از امام بخاریؒ (جلد اوّل) ط ہند ۱۳۶۱ھ: ص ۲۶۔

۲۵۔ المحدث الفاصل (مخطوطہ) دمشق ج ۴ ص ۲ ب؛ طبقات ابن سعد ج ۷، حصہ دوم ص ۱۸۹؛ اسی طرح تقیید العلم ص ۸۴ پر ہے۔

۲۶۔ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی: سنن ط دمشق ۱۳۴۹ھ ج ۱ ص ۱۲۷، اور الوہط عمرو بن العاص کی زمین تھی جس کی یہ خبر گیری کرتے تھے۔

۲۷۔ مسند امام احمد: ص ۱۷۱ ج ۱؛ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی۔ کتاب العلم (مخطوطہ) در المکتبۃ الظاہریہ دمشق: ص ۳۰۔

۲۸۔ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۸ - ۴۹۔

۲۹۔ اسد الغابۃ ج ۳، ص ۲۳۳

۳۰- ملاحظہ ہو مسند عبداللہ بن عمرو وصحیفۃ الصادقۃ: از محمد سیف الدین علیش (یہ ایم۔ اے کا مقالہ ہے جو کلیۃ دار العلوم قاہرۃ میں ہے) صفحہ ۶۷۱، اس میں صحیفہ صادقہ کی احادیث کی یوں تفصیل ہے:

اصل ۶۳۲ حدیثوں سے ۲۰۲ حدیثیں امام احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ عمرو سے روایت کی ہیں:

"	۲۳۲	"	۸۱	"	داؤد نے اپنی سنن میں	"	"	"	"
"	۱۲۸	"	۵۳	"	النسائی	"	"	"	"
"	۱۱۷	"	۶۵	"	ابن ماجہ	"	"	"	"
"	۸۹	"	۳۵	"	الترمذی	"	"	"	"

صحیفۂ صادقہ کی حدیثوں کی تعداد تقریباً ۴۳۶ ہوتی ہے۔ مسند امام احمد اور دوسری سنن میں کئی احادیث مکرر بھی ذکر ہوئی ہیں۔

۳۱- مسند امام احمد ج ۹ ص ۲۲۵، حدیث نمبر ۶۴۷۷ سے لے کر ج ۱۰ ص ۵۰ حدیث نمبر ۷۱۰۳ تک۔

۳۲- مسند عبداللہ بن عمرو وصحیفۃ الصادقۃ ص ۶۷۱۔

۳۳- اہلِ علم میں سے المغیرہ بن مقسم الضبی جیسے لوگوں نے صحیفہ صادقہ پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے، جیسے تاویل مختلف الحدیث از ابن قتیبہ ط مصر ۱۳۲۶ھ ص ۹۳ و میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۹۰ .... اگر مغیرہ کی روایت درست ہے تو اس کا اخذ وقبول جائز نہیں ہے۔ اس لیے جس سیاق میں وہ اس بات کو کہہ رہے ہیں وہ مسئلہ ضعیف روایات کا ہے اور اگر یہ صحیفہ بھی ضعیف قرار دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صحیفہ ان تک وجادۃ کے ذریعے پہنچا ہے تو اس صورت میں وہ اس صحیفے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اس لیے کہ وجادہ اخذ حدیث میں کمزور ترین ذریعہ ہے۔ وہ لوگ صحیفوں سے روایت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ہاں البتہ شیوخ سے اخذ مقبول ترین طریقہ تھا۔ اس کے سوا کوئی ایسی تاویل نہیں ہے جس سے اس صحیفے کا دفاع کیا جا سکے۔ کیونکہ بالفعل یہ صحیفہ آنحضورؐ کے سامنے لکھا گیا۔ اس ضمن میں دوسرے علما کے اقوال کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دیکھیے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۹

تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۸ - ۵۵ ؛ فتح المغیث ج ۴، ص ۶۸، ۶۹ - ان کتب میں صحیفے کی صحیح قدر و قیمت بتائی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کے راوی عمرو بن شعیب کی ثقاہت کے ثبوت مہیا کیے گئے ہیں -

امام تقی الدین ابن تیمیہ نے اس صحیفے کے دفاع میں بہت کچھ کہا ہے دیکھیے : قواعد التحدیث از جمال الدین قاسمی ط دمشق ۱۹۲۵ء ص ۳۶، ۳۷ -

۳۴ - تاریخ دمشق از علی بن حسن ہبۃ اللہ (مخطوطہ) دار الکتب المصریہ ج ۶، ص ۴۹ -

۳۵ - المقریزی : خطط المقریزی، ط مصر ۱۸۵۳ء ج ۲، ص ۳۳۲، ۳۳۳ -

۳۶ - زاملۃ : اونٹ جس پر کھانے پینے کی اشیا لادی جاتی ہیں ملسان العرب مادہ زمل -

۳۷ - رد الدارمی علی بشر ص ۱۳۶ - ابوریۃ صاحب کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ نے ص ۱۲۶ کے حاشیہ نمبر ۳ پر عبداللہ بن عمرو کے بارے میں بتایا کہ وہ ان سب کتابوں کو نبی اکرمؐ سے روایت کرتے تھے - مگر یہ درست نہیں ہے اس لیے کہ ابوریۃ کی بدنیتی کا اظہار کئی مقامات پر ہو چکا ہے -

۳۸ - الکفایہ ص ۲۱۳، تقیید العلم ص ۹۱ - ۹۲، ۱۰۹ -

۳۹ - طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۲۱۶ -

(۲)

۱ - الجامع لاخلاق الراوی، ص ۱۰۰ الف ؛ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۷۹ -

۲ - تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۱ -

۳ - طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳۴ -

۴ - ایضاً ج ۷، حصہ دوم ص ۱ - ۲

۵ - القیاس از ابن قیم الجوزیہ، ص ۱۰۸

۶ - تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۲۱۴ ؛ تقیید العلم ص ۱۰۸

۷ - الکفایۃ، ص ۳۵۴،

۸ - عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی : تقدمۃ المعرفۃ لکتاب الجرح والتعدیل ط ہند ۱۹۵۲ء

۹- صحیفہ ہمام بن منبہ ص ۱۴؛ تقیید العلم ص ۱۰۳؛ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۴۰-

۱۰- تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۲۱۴؛ المحدث الفاصل، ص ۹۱ ب -

۱۱- تقیید العلم ص ۶۰؛ المحدث الفاصل نسخہ دمشق ج ۴، ص ۴ ب -

۱۲- جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱، ص ۷۱، طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۳

۱۳- تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۸۸ -

۱۴- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۶۶

۱۵- طبقات ابن سعد ج ۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۸۸

۱۶- طبقات ابن سعد، ج ۷ حصہ دوم، ص ۲۱۷

۱۷- المحدث الفاصل نسخہ دمشق، ج ۴، ص ۳ ب؛ طبقات ابن سعد، ج ۷ حصہ دوم ص ۴۷ -

۱۸- تہذیب التہذیب جلد ۲، ص ۱۰۴، محمد الباقر اثنا عشریہ کا ایک جید امام ہے ملاحظہ ہو، تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۳۵۰ - وشذرات الذہب از ابن العماد الحنبلی ط قاہرہ، ۱۳۵۰ھ، ج ۱، ص ۱۴۹ -

۱۹- الفہرست از ابن الندیم ط قاہرہ ص ۳۱۸ -

۲۰- تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۳۰ -

۲۱- تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۷۰-۷۱؛ علوم الحدیث ص ۱۱۰ -

۲۲- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۹۰

۲۳- تاریخ الاسلام از ذہبی ط قاہرہ ۱۹۴۷ء ج ۵، ص ۱۴۱ -

۲۴- ڈاکٹر صبحی الصالح نے ہمام کی وفات ۱۰۱ھ لکھی ہے - مگر میرے نزدیک ۱۳۱ھ صحیح ہے - دیکھیے تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۶۷ جس میں ہے کہ معمر بن راشد ہمام سے ملے ہیں -

۲۵- صحیفہ ہمام بن منبہ ص ۲۰

۲۶- ایضاً، ص ۲۱-۲۳ - ۲۷- ایضاً ص ۲۰

۲۸۔ ڈاکٹر صبحی الصالح: علوم الحدیث و مصطلحہ، ص ۲۷۔
۲۹۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص ۲۰
۳۰۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱، ص ۶۷۔

(۳)

۱۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۱۰؛ المحدث الفاصل ص ۴۹؛ ایک روایت میں ہے کہ وہ ۱۳۲ھ میں یمامہ میں مرے۔ دیکھیے المحدث کا ہی ص ۱۵۶۔
۲۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۷۵، تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۲۱۰۔
۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۴، تہذیب التہذیب، ج ۳، ۳۹۵۔
۴۔ الکفایہ، ص ۲۶۶
۵۔ المحدث الفاصل، ص ۱۳۶ ب
۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۲
۷۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۱۷۸
۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۶۷
۹۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۲۳۶۔
۱۰۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۰۴
۱۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۵۰۴؛ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷۲، یونس امام زہری سے نقل کیا کرتے تھے۔ دیکھیے تقدمۃ الجرح، ص ۲۰۵۔
۱۲۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۱۴۵۔ ۱۳۔ ایضاً، ص ۸۰
۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۰۰
۱۵۔ الفہرست، ص ۳۱۵
۱۶۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۲۷۰۔
۱۷۔ الرسالۃ المستطرفۃ از محمد بن جعفر الکتانی، ط بیروت ۱۳۳۲ھ، ص ۵۸۔
۱۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۴۴۔

۱۹ - تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۸۰
۲۰ - الاصابہ، ج ۷، ص ۱۹۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۴۷ -
۲۱ - تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۲۰ -
۲۲ - نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، ص ۱۱۸
۲۳ - تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۰۹ -
۲۴ - الجامع لاخلاق الراوی ص ۱۹۴ - ؛ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۳۱۹ -

(۴)

۱ - تاریخ الاسلام از ذہبی، ج ۵، ص ۱۱۴؛ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۰ -
۲ - رامہرمزی نے ان کی وفات یمامہ میں ۱۳۲ھ بتائی ہے مگر مجھے اس کی صحت نہیں مل سکی - دیکھیے تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۱؛ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۲۶۸ -
۳ - بہ ثقہ تابعین میں سے تھے، کوفہ کے شیخ و امام تھے، ان کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی - کہتے ہیں کہ انھوں نے ۳۸ صحابہ سے حدیث سنی ہے، تاریخ الاسلام از ذہبی، ج ۵، ص ۱۱۶؛ تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۶۳،
۴ - المحدث الفاصل، ص ۱۵۶ ا - ب ؛ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۳۴، ۱۲۹،